www.rahimia.org

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ السَّعِید مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد** رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

اگست 2024ء / محرم الحرام، صفر المظفّر ۱۴۴۶ھ • جلد نمبر 16، شمارہ نمبر 8 • قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبرشپ: 350 روپے

مجلسِ ادارت

سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- توحیدِ الٰہی کی اَساس پر انسانی اجتماعیت کو منظّم کرنا
- حسد کا نقصان
- حضرت طفیل بن عَمرو الدَّوسی رضی اللہ عنہٗ
- 77واں یومِ ''آزادی'' اور حکمران طبقات
- خُلقِ سماحت سے حاصل ہونے والے بنیادی مقامات (2)
- عباسی خلافت کے نوویں خلیفہ؛ واثق باللہ
- مسلسل مہنگائی
- عالمی جمہوری پارلیمنٹ (برکس پارلیمنٹ)
- دنیا و آخرت کے حوالے سے جامع ترقی کا نظریہ!
- انسان دوست حکومتوں میں دو الٰہی صفات
- حقیقی آزادی کی حقیقی تاریخ سے سبق سیکھو!
- حقیقی آزادی کے معیارات کو سمجھنے کی ضرورت
- حضرت مولانا غلام رسول بفوی ہزارویؒ
- 17 روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم کی روئیداد
- مدحِ رسولِ اکرم و سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مُھمَلَہ (غیر منقوط)
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا:

''وہ رام پور کے حکیم صاحب نے (فرقہ وارانہ اور تشدد پسندانہ واقعات کا) جو کچھ بیان کیا اور ہر جگہ حضرت (مولانا سید حسین احمد) مدنی کے ساتھ جو کچھ ہوا، (ہمارے) سامنے ہے۔ جب بریلی میں (حضرت مدنی پر) پتھر برسنے لگے تو بعض جاں نثاروں نے حضرت سے عرض کیا کہ: آپ کے اوپر دری تان دیں تو حضرت (مدنی) نے فرمایا کہ: ''میرا سر آپ کے سروں سے زیادہ قیمتی نہیں ہے، لہٰذا اس کی ضرورت نہیں''۔

اس پر ان حکیم صاحب کو رقت طاری ہوگئی۔

(۲۹ر رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ/ 27راگست 1946ء، بروز: منگل۔ مقام: رائے پور)
(ارشاداتِ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 173-172، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ لاہور

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

توحیدِ الٰہی کی اَساس پر
انسانی اجتماعیت کو منظم کرنا

گزشتہ آیات (2-البقرہ 114-115) میں مساجدُ اللہ کی حرمت بیان کی گئی اور واضح کیا گیا کہ مشرق و مغرب کی تمام جہات اللہ کے لیے ہیں۔ کسی ایک جہت پر مقرر کردہ قبلہ اس دور کی جماعت کو منظم کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے مقرر کردہ قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا توجہ الی اللہ کے لیے ضروری ہے۔ باقی قبلے کی تبدیلی پر جھگڑا کر کے مسجدوں کو بے آباد کرنے والوں سے بڑا ظالم اور کون ہے۔

ان آیات (2-البقرہ 116-117) میں یہودیوں اور نصاریٰ کی مزید خرابیاں بیان کی جا رہی ہیں کہ جیسے وہ قبلے کے اختلاف پر آپس میں جھگڑے کرتے ہیں، مسجدیں بے آباد کرتے ہیں، اسی طرح سابقہ دور کے انبیا علیہم السلام کے بارے میں غلو کر کے اللہ کا بیٹا قرار دینا اور پھر انسانی اجتماعیت کی تنظیم کا صرف انھیں کو مرکز بنانا درست نہیں ہے۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ (اور کہتے ہیں کہ اللہ رکھتا ہے اولاد، وہ تو سب باتوں سے پاک ہے): اللہ تبارک و تعالیٰ کی وہ رحمت جو تمام انسانوں کے لیے یکساں ہے اور انبیا علیہم السلام اس رحمتِ خداوندی کو انسانوں کے لیے دنیا میں لاتے ہیں۔ ان انبیاؑ میں سے کسی خاص نبی کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر ہر حال اور ہر دور کے لیے رحمتِ الٰہی کو اسی نبی کی شخصیت کے اندر مخصوص کر دینا درست نہیں ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں: ''یہود حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: اس کی ذات سب باتوں سے پاک ہے، بلکہ سب کے سب اس کے مملوک اور مطیع اور مخلوق ہیں''۔ یہود و نصاریٰ کی طرف سے اپنے انبیا کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر رحمتِ الٰہی کو صرف انھیں کی ذات میں بند کر دینا قطعی طور پر غلط ہے۔ عام انسانیت کی ترقی اور تنظیم کے راستے کو محدود کر دینا بھی بڑا ظلم ہے۔

بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ (بلکہ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں، سب اسی کے تابع دار ہیں): اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت عام ہے۔ آسمان و زمین تمام چیزیں اسی کی ہیں۔ اور کوئی چیز اُس کے دائرۂ رحمت سے باہر نہیں ہے۔ ہر چیز اسی کی تابع دار اور فرماں بردار ہے۔ تو ایسی صورت میں رحمتِ الٰہی کو محدود کرنا کس طرح درست قرار پاتا ہے؟ اور یہ سمجھنا کہ جیسے والد اپنی اولاد کی سفارش کردہ ہر بات قبول کرتا ہے، ایسے ہی اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کی بات مانتا ہے، یہ قطعی طور پر بہت بڑی گمراہی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی اَور گمراہی نہیں ہو سکتی۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ (نیا پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین کا): اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے غلط نظریات کے لیے دیے گئے دلائل کا جواب دیا ہے۔ یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کی پیدائش ''بدیع'' یعنی نئے طریقے سے ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں عجیب و غریب طریقے سے پیدا کیا ہے، اس لیے ہم انھیں اس خصوصیت کی وجہ سے اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ تو تمام آسمانوں اور زمینوں کو ازسرِنو پیدا کرنے والا ہے۔ پوری کائنات اس کی صفتِ ابداع کا اظہار ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''ابداع'' کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''جاننا چاہیے کہ کائنات کی ایجاد کے حوالے سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ترتیب وار تین صفات (ابداع، خَلق، تدبیر) ہیں: ان میں سے ایک ''ابداع'' ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے سے موجود کسی شئے کے بغیر کسی شئے کو ایجاد کرنا اور بغیر کسی مادے کے کسی شئے کا عدم کے پردے سے ظہور میں آنا۔ دوسری صفت ''خَلق'' ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ پہلے سے کسی پیدا شدہ چیز سے کسی دوسری چیز کو ایجاد کرنا''۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی صفتِ ''بدیع'' کے ذریعے سے آسمان و زمین کے تمام بنیادی مادوں کو ازسرِنو پیدا کرنے والا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ازسرِنو مادوں کے ذریعے سے وجود نہیں بخشا، بلکہ وہ پہلے سے موجود اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں اپنی صفتِ ''خَلق'' سے پہلے سے موجود مادوں سے ہی تخلیق کیا ہے۔ ان کو اللہ کی صفتِ ''بدیع'' سے پیدا ہونے کی وجہ سے اللہ کا بیٹا قرار دینا قطعی طور پر غلط ہے۔ اللہ کی صفت کا تعلق آسمان و زمین کے تمام بنیادی مادوں سے ہے۔ خود اس کی ذات تو اس سے وراء الوراء اور پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد قرار دی جائے۔

وَ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے اس کو کہ: ہو جا! پس وہ ہو جاتا ہے): اس آیت میں اللہ کی صفتِ خَلق کی حقیقت بیان کی جا رہی ہے کہ قضائے خداوندی صفتِ خَلق کے ذریعے سے کسی چیز کے پیدا کرنے کا حکم دیتی ہے تو وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ قضا (حکمِ الٰہی) کی حقیقت بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے کائنات کا آپس میں گتھا ہوا اور مربوط سلسلہ ''قدر'' کہلاتا ہے اور کائنات کی عالم گیر ''طبیعتِ کلیہ'' کے احکامات کا وقتاً فوقتاً مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا ''قضا'' کہلاتا ہے''۔ (لمحات)

اللہ تعالیٰ جب اپنے کیے گئے فیصلے کے تحت کسی شئے کے وجود کا حکم دیتا ہے کہ ''یہ کام ہو جائے'' تو وہ کائنات کے اُس مربوط سلسلے کے تحت وجود میں آ جاتا ہے۔ اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیاؑ کی تخلیق میں تمام کائنات کی قوتوں پر مشتمل سلسلہ قضائے خداوندی کے تحت کام کر رہا ہے۔ ایسی صورت میں اللہ کے حکم کے تحت اس کی پیدا کردہ مخلوق کو اللہ کا بیٹا قرار دینا بہت بڑی جہالت اور گمراہی ہے۔

ان آیات میں مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے مزعومہ غلط خیالات اور تصورات سے قطعی متاثر نہ ہوں۔ کائنات کی تخلیق کرنے والا وہی ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ جب آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کی تابع دار ہے تو تم تمام بھی اسی ذات کی طرف متوجہ رہو۔ اس دور میں اللہ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع اور کتابِ مقدس قرآن حکیم کی صورت میں قضا یعنی حکم جاری کیا ہے۔ صرف انھی کی پیروی کرو اور ان کی بتلائی ہوئی ہدایات کے مطابق اپنا علم و فکر حاصل کرو اور انھی کی اتباع میں اپنی اجتماعیت کو منظم کرو۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

حسد کا نقصان

عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ؓ، أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ، قَالَ: ’’إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ ! فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ‘‘ اَوْ قَالَ: ’’الْعُشْبَ‘‘.

(حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’تم لوگ حسد سے بچو! اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے، جیسے آگ ایندھن کو کھا لیتی ہے‘‘ یا فرمایا: ’’گھاس کو کھا لیتی ہے‘‘۔) (سنن ابوداؤد، حدیث:4903)

الٰہی احکامات اور نبویؐ تعلیمات کا بنیادی مقصد تہذیبِ نفس ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے کسی بھی کام کرنے کا حکم دیا گیا ہو یا منع کیا گیا ہو تو اس حکم کا بنیادی مقصد انسانی اَخلاق کی تہذیب اور بُرے اَخلاق سے بچانا ہوتا ہے۔

زیرِ نظر حدیث میں نبی اکرم ﷺ حسد کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔ کسی بھی آدمی کے پاس موجود نعمت (علم، عمل، مال و دولت، جسمانی صحت، حسن و جمال، آل اولاد یا دنیا کی کسی بھی نعمت) پر دوسرے انسان کے دل میں بُغض پیدا ہو اور وہ اس کی اس نعمت کو دیکھ کر جل بھن جائے اور یہ سوچے کہ اس کو یہ نعمت کیوں مل گئی، اور آرزو کرے کہ یہ نعمت اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے، اسے حسد کہا جاتا ہے۔

انسان کی یہ منفی سوچ اور حسد کرنا درست نہیں ہے، البتہ کسی انسان کو حاصل نعمت پر رَشک کرنا جائز اور درست ہے۔ انسان کی یہ سوچ ہونی چاہیے کہ وہ دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر خوش ہو جائے۔ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نعمت کو اَور بڑھائے اور دوام بخشے اور مجھے بھی یہ نعمت عطا کرے۔ اس کے برعکس وہ جب دوسرے کو نعمت سے محروم کیے جانے اور اس نعمت کو خود حاصل کرنے کا جذبہ اپنے دل میں پالتا ہے تو یہ انسان کا ایک منفی جذبہ ہے، جسے نبی اکرم ﷺ نے ناپسند کیا ہے۔

دراصل حسد کا عمل انسانی اجتماعیت کی بنیادی روح کے خلاف ہے۔ اجتماعِ انسانی باہمی تعاون اور ایک دوسرے کی خیرخواہی کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ کسی انسان کے اچھے اجتماعی اعمال کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ جب کسی کو کسی نعمت سے نوازتا ہے تو حاسد آدمی اجتماعی انسانی اعمال کے نتیجے میں پیدا ہونے والی نعمتوں سے بغاوت کرتا ہے اور وہ خدا کی تقسیم پر اعتراض کرتا ہے کہ اللہ نے یہ نعمت اس کو کیوں دی، مجھے کیوں نہیں دی۔ اس کی سوچ کی یہی کجی اسے ایک ایسے عمل کی طرف لے جاتی ہے، جس سے معاشرے میں فساد برپا ہوتا ہے، وہ ہے دنیا پرستی اور مال پرستی، کہ انسان اپنی اس سوچ کے نتیجے میں اللہ کی تقسیم کے برعکس دنیا اور مال کی غیرضروری محبت اپنے دل میں پیدا کر لیتا ہے اور اس کے حصول کے لیے دین کے دائرے سے باہر نکل کر اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لوٹ مار کرتا ہے، غصب کرتا ہے، دھوکا فریب کرتا ہے۔ دوسرے انسانوں کا استحصال کرتا ہے۔ یہی ذہنی فتور اس کی اِنفرادی اور اجتماعی سوچ میں بگاڑ کا سبب بنتا ہے اور اس کو خدا سے دوری اور مخلوقِ خدا کے ساتھ ناانصافی اور زیادتی پر آمادہ کرتا ہے۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت طفیل بن عَمرو الدَّوسی رضی اللہ عنہٗ

حضرت طفیل بن عَمرو الدَّوسی رضی اللہ عنہٗ کا لقب ’’ذوالنور‘‘ تھا۔ آپ قبیلہ ’’دَوس‘‘ کے سردار، عالم و فاضل، شاعر، مہمان نواز، انتہائی زیرک بہادروں میں سے ایک ہیں، جن کی مسلسل جدوجہد سے قبیلہ دَوس کی اکثریت مسلمان ہوئی۔

نبوت کے ابتدائی سالوں میں مکہ آمد ہوئی۔ قریشی سرداروں نے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور دعوتِ محمدی کے حوالے سے خوب ڈرایا۔ سردارانِ مکہ اور ان کی پروپیگنڈہ مشینری نے کوشش کی کہ محمد ﷺ سے رابطہ نہ ہو، اپنی رائے اور حکم ان پر ٹھونس دیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ’’میں نہ اپنی رائے کے برخلاف کوئی بات سنوں اور نہ کسی سے ملاقات کروں، یہ تو غلامی ہے، اسے کیسے قبول کیا جائے؟‘‘ ایک دن صبح کعبہ کے پاس نماز فجر پڑھتے ہوئے آپ ﷺ کو دیکھا تو بھلا محسوس ہوا اور قریب ہوئے تو قرآنی آیات سنیں تو اپنے پر افسوس کیا کہ بات نہ سننا تو کمال نہیں۔ صاحبِ عقل و فہم ہوں، نیک و بد میں تمیز کرسکتا ہوں، صحیح بات ہوئی تو قبول کروں گا، وگرنہ مسترد کردوں گا۔ آپؐ نماز سے فارغ ہو کر گھر چلے تو پیچھے گئے اور دینِ حق کی دعوت اور اس کے احکامات و مقاصد سے آگاہ ہو کر اسلام قبول کیا۔ کچھ دن مکہ میں رہ کر تعلیماتِ دین و قرآن حاصل کیں اور واپس دینِ حق کے داعی بن کر اپنے قبیلے کی طرف گئے اور آپ ﷺ کی دعاء سے نشانی ملی کہ پیشانی پر نور پھوٹ پڑا۔ اللہ سے دعاء کی کہ اسے بدل دے، اس لیے کہ قوم اسے تبدیلیٔ دین کا عیب سمجھے گی، تو وہ روشنی کوڑے کے سرے پر آ گئی۔ واپسی پر اپنے والد اور بیوی کو دین کا تعارف کرایا۔ وہ مسلمان ہو گئے، مگر قبیلہ کے لوگ اپنے جاہلی تصورات میں پھنسے ہوئے تھے، اسلام قبول نہ کیا، اوّلین مسلمان حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت معیقیبؓ ہیں۔

مکہ آ کر دعوتی صورتِ حال بتائی کہ قبیلہ دوس زنا سود وغیرہ حرام کاریوں میں مغلوب ہے، ان کے لیے بددعا کریں تو آپ ﷺ نے قبیلہ دوس کی ہدایت کی دعا مانگی۔ گویا دعوت میں برداشت ہے نہ کہ جذباتی فیصلہ۔ آپؐ نے واپس بھیجا اور فرمایا: نرمی سے گفتگو کریں، قریب لائیں! تو کئی سال کی محنت سے کئی خاندان اسلام لائے۔ اس دوران مکہ آئے اور آپؐ کی خدمت میں عرض کی: یہ لوگ آپ کو ستاتے ہیں، آپ ہجرت کر کے ہمارے ہاں یمن تشریف لائیں، ہم ہر طرح مدد کریں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے حکم پر ہجرت کروں گا۔ ۷ھ کو غزوۂ خیبر کے موقع پر 80 کے قریب خاندان ہر قسم کی خدمات کے لیے تیار کر کے لائے اور خیبر کی غنیمتوں سے سب کو حصہ دیا گیا۔ آپؓ نے خوشی کا اظہار کیا اور عرض کی کہ: ہر جنگ میں ہمیں لشکر کے میمنہ پر رکھیں اور لفظ ’’مبرور‘‘ ہمارا شعار ہو۔ دوسرا مجھے اور میری قوم کو الگ نہ کیا جائے۔ تو آپؐ نے ان کی قوم سمیت مدینہ کے قریب حرۃ الدجاج میں انھیں بسایا، بعد کے سب غزوات میں شریک رہے۔ عہدِ صدیقی میں جنگ یمامہ میں مقدمۃ الجیش کی حیثیت سے شامل ہوئے اور جامِ شہادت نوش کیا اور دینِ حق کے غلبہ کی لازوال داستان چھوڑ گئے۔ (ابن سعد، اسد الغابہ، سیرت ابن ہشام)

www.rahimia.org

77 واں یومِ "آزادی" اور حکمران طبقات

ہر سال اگست کے مہینے میں پاکستان کے طول و عرض میں آزادی کے نام پر سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر "جشن" کا اہتمام کیا جاتا ہے، حال آں کہ یہ موقع اس حوالے سے غور و فکر کا تھا کہ ہم اس امر پر غور کریں کہ جس آزادی کا گزشتہ 77 سالوں سے جشن منایا جاتا ہے، اس آزادی کی نوعیت کیا ہے! کیا ہم واقعی آزاد ہیں؟

غلامی کے ابتدائی سالوں میں خطے پر شاطر برطانوی استعمار کی قابض کمپنی نے یہاں کے عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ایک سلوگن ایجاد کیا تھا: "خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلامت کا اور حکم کمپنی بہادر کا"، لیکن جدجہدِ آزادی کی حقیقی قیادت نے اس سلوگن کی قلعی کھول کے رکھ دی تھی کہ یہ محض دھوکہ ہے، ورنہ یہاں تو ہر چیز پر انگریزوں ہی کا راج چھا چکا ہے۔ مذہب، اَخلاق، اجتماع، سیاست، معیشت اور معاشرت سب کچھ ان کی استعماری پالیسیوں کی نذر ہو گیا ہے۔

ہمارے ملک میں آزادی کے نام پر جشن منانے والوں نے ہمیشہ عوام کو دھوکے میں رکھا اور ملک کی آزادی اور خود مختاری کو آج کے استعمار کے ہاں گروی رکھے رکھا۔ اب وہ قوم کو بھی اس غلامی کی حالت کو قبول کرنے کے لیے علی الاعلان ایوانوں میں کھڑے ہو کر باور کروانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چناں چہ گزشتہ ماہ بجٹ 2024-2025 کے فنانس بل میں ترامیم کے اعلان کے بعد فارم 47 کی حکومت کے وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں کسی شرمندگی کے بغیر یہ اعلانِ عام کیا کہ: "ہم نے بجٹ آئی ایم ایف کے ساتھ مل کر بنایا ہے"۔ بنیادی سوال ہے کہ کیا کسی حقیقی طور پر آزاد ملک کا حکمران اپنی پارلیمنٹ میں کھڑے ہو کر ایسا اعلان کر سکتا ہے؟

باشعور حلقے تو اس تلخ حقیقت سے ہمیشہ واقف رہے ہیں کہ ہمارے سالانہ بجٹ کے اعداد و شمار پڑھ کر سنانے والے ہمارے حکمران عالمی معاشی اداروں کی طرف سے فراہم کردہ معلومات ہی ہم تک پہنچاتے ہیں، باقی بجٹ کے حقیقی خالق وہی ہوتے ہیں جو یہاں کے حقیقی حکمران ہیں، لیکن موجودہ وزیر اعظم نے اپنی تقریر میں اعتراف کر کے اس تکلف کو بھی برطرف کر دیا ہے، جس کا 1947ء کے بعد سے آج تک اہتمام کے ساتھ بھرم رکھا جاتا رہا ہے۔ ہمارے حکمرانوں کا عالمی سامراجی ملکوں سے یہی فدویانہ تعلق ہی اپنے عوام کو سستی بجلی، گیس اور پیٹرول کے پڑوسی ممالک سے معاہدے کرنے میں رکاوٹ ہے، ورنہ ایران جیسے برادر پڑوسی ملک سے یہ تینوں توانائی کے ذرائع انتہائی سستے داموں پاکستانی عوام کو مہیا کیے جا سکتے ہیں۔ ایران پاکستان گیس پائپ لائن منصوبے کے تعطل کو کئی سال گزر گئے، اس کی پیش رفت میں امریکا بہادر کی ناراضگی کے خوف کے سوا کیا رُکاوٹ ہو سکتی ہے؟ کیا عوامی مفاد کے معمولی معاہدوں پر خوف زدہ حکمرانوں کا عوام کے سامنے آزادی کے بھاشن دینا اور آزادی کے نام پر سرکاری وسائل کو بے دریغ لوٹنا کسی طور پر بھی زیب دیتا ہے؟

اگر یہاں کوئی بے خوف اور آزاد قومی قیادت ہوتی تو آج بجلی کے ہوش رُبا بلوں اور مہنگے پیٹرول کے ہاتھوں عوام کی جو دُرگت بنائی جا رہی ہے وہ کبھی ایسا ہونے دیتی؟ آج کی نام نہاد سیاسی پارٹیوں کی چربہ حکومت کے بجلی کی مد میں بل موت کے پروانے بن چکے ہیں۔ گزشتہ چند ماہ میں بجلی کے بل کئی انسانی زندگیوں کو نگل چکے ہیں اور ہنستے بستے گھرانے ان خودکشیوں کے سبب ماتم کدے بنے ہوئے ہیں، حتیٰ کہ بھائی نے بھائی کو بجلی کے بل کے جھگڑے پر قتل کر دیا۔ 1990ء سے لے کر اب تک پاکستان میں رہنے والی حکومتوں نے آئی پی پیز کے بیج بوئے اور یہ سب سیاسی جماعتیں اس ضمن میں عوام کی لوٹ مار میں برابر کی ذمہ دار ہیں۔ ان آئی پی پیز سے ظالمانہ معاہدوں کی بنیادیں گزشتہ تیس پینتیس سال پہلے رکھی گئی تھیں۔ اس وقت جو جماعتیں احتجاج میں پیش پیش ہیں، یہ سب باری باری حکومتوں میں رہ کر ان معاہدوں کو تحفظ فراہم کرتی رہی ہیں اور ان میں سے کسی کا بھی احتجاج ریکارڈ پر نہیں۔ نام نہاد سیاسی جماعتوں کی بیش تر قیادت کیپیسٹی پیمنٹ کے نام پر آئی پی پیز کے کھاتے میں بغیر بجلی بنائے ملک اور قوم سے اربوں روپے وصول کر چکے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ یہاں پبلک ایشوز پر دھرنے اور جلسے مسائل کے حل کے لیے نہیں، بلکہ سیاسی پوائنٹ سکورنگ کے لیے کیے جاتے ہیں۔ ورنہ یہ آدم خور نظام سب پارٹیوں کے سرمایہ داروں کو پالتا ہے اور بدلے میں یہ ایسے معاہدوں اور نظام کو آئینی اور دستوری تحفظ فراہم کرتے ہیں، اس سے عوام کو لوٹنے کے لیے بنائے گئے نظام کو چلانے والی قوتوں کو، کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا۔

قومی معاشی حالت کی اس کسمپرسی میں نئے بجٹ میں عوامی مفادات کے خلاف ٹیکسز کی منظوری اور چودہ اگست سے ٹھیک 20 روز قبل 24 جولائی کو ایوانِ صدر کے اخراجات میں 62 فی صد اضافے اور 33 کروڑ کی نئی لگژری گاڑیوں کی خریداری کی منظوری کے بعد ایوانِ صدر میں بیٹھے ہمارے صدر صاحب قوم کو سادگی اور آزادی کے وعظ کہہ کر عوام کے ساتھ نہایت بھونڈا مذاق کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کریں گے۔

اب قوم کو اپنے ساتھ اس سنگین مذاق کے نتائج پر سوچنا ہو گا کہ وہ آزادی کے پُرفریب جعلی نعرے سے اپنے کانوں کو مزید کب تک دھوکے میں رکھیں گے! انھیں آج اس حقیقت کو باور کر لینا چاہیے کہ نظام کی محافظ قوتوں کا اس ملک کی عوام سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ اپنی اولادوں اور جائیدادوں کا بیرون ملک بندوبست کر چکے ہیں۔ وہ پاکستان کی عوام کو غلاموں کی سستی منڈی سمجھ کر یہاں دولت لوٹنے آتے ہیں۔ قوم ان کے سروں پر بندھی اقتدار کی اونچی دستاروں اور ان کے جسم پر سجے لبادوں کے بجائے ان کے پاؤں میں پڑی سامراجی قوموں کی غلامی کی بیڑیوں کی طرف دھیان دیں!

بے وقار آزادی ، ہم غریب ملکوں کی
تاج سر پہ رکھا ہے ، بیڑیاں ہیں پاؤں میں

بقیہ: صفحہ 12 پر

www.rahimia.org

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

خُلقِ سماحت سے حاصل ہونے والے بنیادی مقامات (2)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه'' میں فرماتے ہیں:

''(**خُلقِ سماحت میں سے) چوتھا مقام: 4۔ لمبی زندگی کی اُمید کم کرنا:** اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان پر دنیا کی محبت غالب آجاتی ہے، یہاں تک کہ وہ موت کا تذکرہ کرنا بھی ناپسند کرتا ہے۔ وہ اپنی زندگی طویل عرصے تک گزارنے کے لیے بے حد پُراُمید رہتا ہے، جس کی کوئی انتہا نہیں۔ ایسا آدمی اگر اس حالت میں فوت ہو جائے تو اُس کے عذاب کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ جس چیز (دنیاوی زندگی) کی طرف اُسے بہت زیادہ اشتیاق رہا تھا وہ اُسے وہاں نہیں ملے گی (اس پر وہ پچھتائے گا)۔

یہ حقیقت ہے کہ انسان کی عمر خود کوئی بُغض رکھی جانے والی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ایک بڑی نعمت ہے (اس لیے کہ زندگی کے نتیجے میں ہی انسان ایسے نیک اعمال کرتا ہے، جو اُسے فرشتوں کے درجے پر پہنچا دیتے ہیں)۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم دنیا میں ایسے رہو، جیسے اجنبی رہتا ہے، یا زندگی کا ایسا مسافر جو کسی راستے سے گزرتا ہے''۔ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ، حدیث: 1604)

نبی اکرم ﷺ نے ایک مربع خط کھینچا اور پھر اس کے درمیان ایک ذرا لمبا خط کھینچا جو اُس مربع خطوط سے باہر تھا۔ پھر اس درمیان میں موجود لمبے خط کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے خطوط کھینچے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ: ''یہ درمیان کا خط انسان ہے اور یہ مربع خطوط کا ڈبہ اُس کی موت ہے، جس نے اُس کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اور لمبا خط جو اس مربع خطوط سے باہر ہے، یہ اُس کی بڑھتی ہوئی اُمید ہے۔ اور یہ جو اس کے دونوں طرف چھوٹے چھوٹے خطوط ہیں، یہ اُس کو لاحق ہونے والی آفات، مصیبتیں اور امراض ہیں۔ پس اگر وہ انسان دائیں طرف جھکے گا تو یہ اسے نوچ کھائیں گے۔ اور اگر دوسری طرف جانے کی غلطی کرے گا تو وہ اُسے نوچ کھائیں گی''۔ (رواہ البخاری، حدیث: 6417)

اس کی شکل یہ ہے:

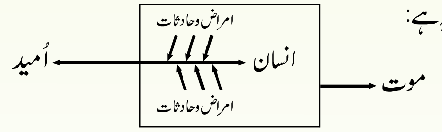

نبی اکرم ﷺ نے زندگی کی لمبی اُمیدوں کو ختم کرنے کا یہ علاج بتایا ہے کہ: ''لذتوں کو توڑنے والی (یعنی موت) کو یاد رکھنا چاہیے''۔ (جامع ترمذی، حدیث: 2307) قبرستان جا کر قبروں کی زیارت کرنی چاہیے۔ (مسند احمد، حدیث: 13487) اپنے ہم عصر لوگوں کی موت سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

نبی اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ: ''تم میں سے کوئی آدمی موت کی تمنا نہ کیا کرے۔ اور موت آنے سے پہلے اُس کی دعا بھی مت مانگے۔ اس لیے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے (مؤمن کی عمر اس کے اعمالِ خیر ہی میں اضافہ کرتی ہے)''۔ (رواہ مسلم، حدیث: 6819)

(5۔ تواضع اختیار کرنا): اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کا نفس عُجب اور تکبر کے ایسے جذبات کی پیروی نہ کرے، کہ انسان دوسروں کو حقیر سمجھنے لگ جائے۔ یہ چیز انسان کے نفس کو خراب اور فاسد کر دیتی ہے۔ اور اسے لوگوں پر ظلم کرنے اور اُن کو ذلیل کرنے پر اُبھار دیتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جس آدمی کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہے، وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔ اس پر ایک آدمی نے آپؐ سے عرض کیا کہ (کیا یہ بھی تکبر میں داخل ہے کہ) انسان اچھے اور خوب صورت کپڑے پہنے اور اس کا جوتا بھی بہترین اور عمدہ ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ خوب صورت ہے اور خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر یہ ہے کہ انسان حق اور سچ کے خلاف سرکشی کرے اور لوگوں کو اپنے سے حقیر سمجھے''۔ (رواہ مسلم، حدیث: 265)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں جہنم میں داخل ہونے والوں سے متعلق خبر نہ دوں؟ ہر وہ انسان جو باطل بات پر سخت جھگڑالو اور اکڑ اور تکبر کرنے والا''۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، حدیث: 5106) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ''ایک آدمی بہت عمدہ لباس پہن کر اور اپنے بالوں کو کنگھی کر کے اپنے نفس کے عُجب میں مبتلا زمین پر چل رہا ہوتا ہے۔ اس کے چلنے میں تکبر اور غرور ہوتا ہے کہ اچانک اللہ تعالیٰ اُسے زمین میں دھنسا دیتا ہے۔ پس وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا''۔ (رواہ البخاری، حدیث: 5789)

(6۔ بُردباری، ٹھہراؤ اور لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کرنا): ان تینوں اَخلاق کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان غضب کے جذبات کے اُس وقت تک تابع نہ ہو، جب تک کہ خوب سوچ سمجھ نہ لے اور اس میں مصلحت دیکھے۔ غصہ اور غضب کرنا تمام حالات میں بُرا نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی نرمی سے محروم کر دیا گیا، وہ خیر کے تمام کاموں سے محروم کر دیا گیا''۔ (رواہ مسلم، مشکوٰۃ، حدیث: 5069) ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے نصیحت کیجیے! آپؐ نے فرمایا: ''غصہ نہ کیا کر''۔ اس نے دوبارہ پوچھا تو آپؐ نے فرمایا: ''غصہ نہ کیا کر''۔ (رواہ البخاری، مشکوٰۃ، حدیث: 5104) اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں نہ بتلاؤں کہ کس آدمی پر جہنم حرام ہے؟ ہر اللہ سے قرب رکھنے والا، نرم مزاج، ٹھنڈی طبیعت اور آسانی پیدا کرنے والا ہو''۔ (مشکوٰۃ، حدیث: 5084) اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کسی کو پچھاڑنے والا طاقت ور نہیں ہے۔ طاقت ور وہ ہے، جو غصے اور غضب کے وقت اپنے اوپر کنٹرول رکھے''۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ: 5105)

(7) صبر: اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کا نفس اپنے نفس کی پستی، مشکل وقت میں رونا پیٹنا، شہوت، تکبر، اپنے راز کو ظاہر کرنے اور محبت کی جڑ کاٹنے وغیرہ بداَخلاقیوں کے تابع نہ ہو۔ اس جذبے کے تحت ہی ان بداَخلاقیوں کے نام رکھے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا کرتا ہے''۔ (39-الزمر 10) اور رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: ''کسی آدمی کو جو کچھ عطا کیا گیا ہے، ان میں صبر سے بڑھ کر افضل اور وسعت رکھنے والی چیز کوئی اور نہیں''۔ (البخاری، حدیث: 6470)

(أبواب الإحسان، باب: 3، بقيّةُ مَباحث الإحسان، ج: 2)

www.rahimia.org

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

عباسی خلافت کے نوویں خلیفہ؛ واثق باللہ

واثق باللہ کا نام، ان کے دادا کے نام پر ''ہارون'' تھا، ''ابوجعفر'' کنیت اور ''واثق باللہ'' لقب تھا۔ ان کے والد معتصم باللہ نے ان کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ چناں چہ معتصم کی وفات کے بعد ۲۲۷ھ/842ء کو یہ خلافت کے منصب پر فائز ہوئے۔ ان کی خلافت کا دورانیہ پانچ سال ہے۔ یہ شخصی طور پر بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ بہت بڑے شاعر اور ادیب تھے۔ ادبِ عربی میں مامون الرشید سے بھی بڑھ کر تھے، لیکن حکمت و فلسفہ میں مامون سے کم تر تھے۔ مامون کی علمی مجالس نہ صرف دیکھی تھیں، بلکہ پابندی سے ان مجالس میں شرکت بھی کی۔ اسی سے ان میں علم و ادب کا شوق پیدا ہوا۔ شعروشاعری اور علم و ادب سے دلچسپی کی وجہ سے ان کو ''مامونِ صغیر'' یا ''مامونِ ثانی'' بھی کہا جاتا ہے۔

عباسی خلیفہ واثق باللہ اپنے دور کے بہت بڑے شاعر اور ادیب تھے۔ ان کو عربی اشعار اس قدر یاد تھے کہ خلفائے عباسیہ میں کسی کو اتنے اشعار یاد نہ تھے۔ کھانے پینے کے بھی باپ کی طرح بہت شوقین تھے۔ علما، ادیبوں اور شعرا کی بہت قدر کرتے تھے۔ ان کے ساتھ تعظیم و تکریم کا برتاؤ کرتے اور گاہے بہ گاہے ان کو انعام و اکرام سے نوازتے، لیکن خلق قرآن کے مسئلے میں اپنے باپ معتصم کی طرح متشدد تھے، تاہم آخر میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے اس مسئلے کے بارے میں ان کا رویہ یکسر بدل گیا۔

ہوا یوں کہ امام ابوداؤدؒ اور امام نسائیؒ کے استاذ شیخ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد ازدیؒ جو کہ خلق قرآن کے مسئلے میں صحیح عقیدہ رکھتے تھے، گویا بادشاہ کے عقیدے کے خلاف تھے، ان کو اسی وجہ سے گرفتار کر کے لایا گیا اور دربار میں پیش کیا گیا۔ وہاں قاضی احمد بن ابی داؤدؒ سے ان کا مکالمہ ہوا۔ قاضی صاحب معتصم کے زمانے سے دربار میں وزیرِاعظم کے برابر رُتبہ رکھتے تھے اور خلق قرآن کے قائل تھے۔

شیخ ابوعبدالرحمٰن نے قاضی احمد سے سوال کیا کہ: قاضی صاحب! یہ بتاؤ کہ حضورؐ کو اس عقیدے کا علم تھا یا نہیں کہ قرآن مخلوق ہے؟ قاضی صاحب نے کہا کہ: ہاں! حضورؐ کو اس کا علم تھا تو شیخ ابوعبدالرحمٰن نے کہا: حضورؐ نے لوگوں کو قرآن کے مخلوق ہونے کے اس عقیدے کی تعلیم دی یا نہیں؟ تو قاضی احمد نے کہا کہ حضورؐ نے اس بارے میں کوئی حکم نہیں دیا تو شیخ نے کہا کہ جس عقیدے کی حضورؐ نے لوگوں کو تعلیم نہیں دی اور باوجود علم رکھنے کے لوگوں کو اس کے ماننے پر مجبور نہیں کیا تو تم اس کے متعلق لوگوں کی خاموشی کو کیوں کافی نہیں سمجھتے؟ اور کیوں لوگوں کو اس کے ماننے پر مجبور کرتے ہو؟ یہ سنتے ہی واثق باللہ جو پوری گفتگو سن رہا تھا، ایک دم چونکا اور دربار سے اُٹھ کر اپنے محل میں چلا گیا۔ اور چارپائی پر لیٹ کر بار بار یہ کہتا رہا کہ جس معاملے میں حضورؐ نے خاموشی اختیار فرمائی، ہم کون ہوتے ہیں سختی کرنے والے۔ پھر حکم دیا کہ شیخ ابوعبدالرحمٰن کو آزاد کر کے نہایت عزت و احترام کے ساتھ ان کے وطن روانہ کیا جائے اور تین سو دینا بطور انعام دیا جائے۔ (سیر اعلام النبلاء)

ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، اسلام آباد

مسلسل مہنگائی

ہماری قومی زندگی میں گزشتہ تین سال بے پناہ مہنگائی سے عبارت رہے ہیں اور آمدہ سال اس گزرے وقت سے مختلف ہوں، بہت مشکل ہے۔ معاشیات تو کہتی ہے کہ مہنگائی اس وقت ہوتی ہے جب اشیا و مصنوعات کی طلب بڑھ جائے اور صارفین کے تقاضے کے مطابق وہ اشیا مہیا نہ کی جا رہی ہوں تو لازم ہے کہ قیمتیں بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں، لیکن پاکستانی معیشت اس عمل کی وجہ سے کم، اور ہمارے منتظمین کی نااہلی اور لالچ کی وجہ سے زیادہ' مہنگائی کی جانب گامزن ہوتی ہے۔ چناں چہ پاکستان میں نوٹوں کی بے ہنگم چھپائی اور ٹیکس نظام میں نت نئے ٹیکسوں کی بھرمار دراصل مہنگائی کو بڑھاوا دیتے ہیں۔ اصولاً نوٹوں کی چھپائی اسٹیٹ بینک اُس وقت کرتا ہے جب ملک میں پیداوار بڑھ جائے یا معیشت میں برآمدات، ترسیلاتِ زر یا قرض' کسی بھی وجہ سے فارن کرنسی داخل ہو اور کرنسی نوٹ چھاپ کر اس عمل کو مقامی معیشت میں سہولت فراہم کی جاتی ہے، تاکہ لوگ بہ آسانی لین دین کر سکیں۔ اس اثنا میں حکومت اپنی ٹیکس مشینری کے ذریعے دو قسم کے ٹیکس اکٹھا کرتی ہے: ایک درج بالا پیدا ہونے والے کاروبار سے پیدا ہونے والے منافع سے، گویا جو زیادہ منافع کمائے گا وہ زیادہ ٹیکس دے گا، اسے ڈائریکٹ ٹیکس کہا جاتا ہے اور دوسرا اُس مخصوص شعبے پر انفراسٹرکچر اور دیگر عمومی سہولیات کے لیے صارفین سے وصول کیا جاتا ہے، جسے اِن ڈائریکٹ ٹیکس کہا جاتا ہے۔ اوّل الذکر ٹیکس عموماً کُل ٹیکس وصولی کا 70 فی صد یا اس سے زائد ہوتا ہے، جب کہ ثانی الذکر 30 فی صد کے لگ بھگ، کیوں کہ اِن ڈائریکٹ ٹیکس مہنگائی کی ایک وجہ بھی بنتا ہے۔

لیکن پاکستان کا باوا آدم ہی نرالا ہے، یہاں اِن ڈائریکٹ ٹیکس کُل وصولی کا 60 فی صد سے کچھ زیادہ ہے، گویا مہنگائی کی وجہ ہے۔ ہمارے یہاں مہنگائی کم ہونے لگتی ہے تو حکومت ایک نئے ٹیکس کا اِجرا کر دیتی ہے اور معاملہ جوں کا توں رہتا ہے۔ دوسری طرف مرکزی بینک شرح سود کو بلند رکھتا ہے، تاکہ صارفین اپنا سرمایہ خرچ کرنے کے بجائے بینکوں میں رکھیں۔ یوں بازار میں کرنسی کی سرکولیشن کم ہوتی ہے اور مہنگائی میں بھی کمی آتی ہے، لیکن عجیب بات ہے کہ ہمارا مرکزی بینک شرح سود بھی ریکارڈ سطح پر بلند رکھتا ہے اور کرنسی نوٹوں کی چھپائی بھی ریکارڈ سطح پر کرتا ہے۔ مرکزی بینک کے ڈیٹا کے مطابق اس وقت 36 ہزار ارب سے کچھ زائد کرنسی معیشت میں سرکولیٹ کر رہی ہے۔ دو سالوں میں اس میں 9 ہزار ارب روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ اس کا مطلب افراطِ زر ہی تو ہے۔ اس میں سے 29 ہزار ارب روپے بینکوں میں موجود ہیں، جس میں سے 26 ہزار ارب روپے حکومت نے قرض کی صورت میں واپس لے لیے ہیں اور اس پر سود پوری قوم ملِ کر چُکا رہی ہے۔ یہی مہنگائی ہے۔ ایک عام پاکستانی اب اپنی ضرورت کو در آمد نہیں کر سکتا، لیکن ہمارے حکمران یہ کام بہ آسانی کر سکتے ہیں، کیوں کہ افراطِ زر اُن کا مسئلہ نہیں۔

www.rahimia.org

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

عالمی جمہوری پارلیمنٹ

(برکس پارلیمنٹ)

انسانی معاشرے ارتقائی جدوجہد کے تحت آگے بڑھ رہے ہیں۔ قومی انقلاب' بین الاقوامی ارتقا کے عمل کو مہمیز کر دیتا ہے۔ بیسویں صدی انقلابات کی صدی کہلاتی ہے۔ قومی انقلاب جہاں معاشرے کے سیاسی، معاشی اور فکری پہلوؤں کو متأثر کرتا ہے، وہیں کائنات کی بنیادی حقیقت مادے کی ماہیت میں پنہاں مخفی قوتوں کو آشکارا کر کے سائنسی اندازِ فکر کو فروغ دیتی ہے۔ مادے کی تسخیر کا حالیہ مظہر اسی کا پرتَو اور شاخسانہ ہے۔ سائنسی ایجادات و ترقیات اسی کا ثمرہ ہیں۔ ان ایجادات کا براہِ راست اثر ''پیدائشِ دولت'' (Production of Wealth) کے عمل میں ظاہر ہوتا ہے، جس سے معاشرے کا معاشی اور سماجی ڈھانچہ تشکیلِ نو کا متلاشی ہو جاتا ہے۔

پہلی عالمی جنگ، وار ٹیکنالوجی میں نئی جدت اور نئی مہارتوں کا عملی مظہر تھی۔ جنگ میں ملوث جَتھوں نے اس جنگ سے خوب فائدہ اٹھایا، جب کہ مہلک اثرات تیسری دنیا کی طرف منتقل کر دیے گئے۔ مفادات کی بالادستی کا تسلسل برقرار رکھنے کے لیے ''لیگ آف نیشن'' کے نام سے ایک عالمی معاہدہ وجود میں آیا۔ لوٹ کھسوٹ اور بندر بانٹ نے جَتھوں کے مفادات میں ٹکراؤ بڑھا دیا۔ حیوانی اور گروہی مفادات کے گھناؤنے جرائم کے ارتکاب سے ملکوں میں باہمی رقابتیں بڑھنے لگیں۔ جنگِ عظیم دوم کے شعلے جنگل کی آگ کی طرح دنیا میں پھیل گئے۔ غریب اقوام کو ایک دفعہ پھر جنگ کی ہولناکیوں میں دھکیل دیا گیا۔ پانچ سال تک بے بس اور مجبور ولاچار انسانیت جنگ میں جھلستی رہی۔ جنگی صنعت کے جَتھوں میں غیر معمولی منافعوں میں ہوش رُبا اضافہ ہو گیا۔ منافع کی شرح کو قائم و دائم اور برقرار رکھنے کے لیے ایک نئے قانونی فریم ورک کا شکنجہ تیار کر لیا گیا۔ 1944 میں ایک نئے ورلڈ آرڈر کی شکل میں ایک نئی صبح کاذب' جھوٹی نوید کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی۔ امریکا کے شہر ''بریٹن ووڈ'' کے پُرفضا مقام پر لارڈ کینز نے رُکن ملکوں کے مفادات کے تحفظ کا نیا فارمولا پیش کیا۔ مغرب کی سیاسی بالادستی کا نیا مالیاتی شکنجہ مفاد پرست جتھوں نے بلاچون وچرا قبول کر لیا۔

طاغوطی چیلوں کی شاطرانہ چالوں کا نیا جال وضع کیا گیا۔ قتل و غارت سے عالمی فضا کو مکدر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں چھوڑا گیا۔ کمزور اور ناتوں اقوام کے لیے انتہائی تباہ کن اوچھے ہتھکنڈے اختیار کیے گئے۔ دہشت گردی، خوف و ہراس، انتہا پسندی اور علاحدگی پسندی جیسی عفریتوں نے آکاس بیل کی طرح معاشروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ القاعدہ، داعش، طالبان، آئی ایس خراسان کے نام سے دہشت گرد جتھے تیار کر کے ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کا امن تہہ و بالا کر دیا گیا۔ طاقت اور قوت کے نشے میں دندناتے جتھوں نے افریقا اور مشرق وسطیٰ کی معدنیات بہ شمول تیل کے کنوؤں پر قبضہ کر لیا۔ اپنی ہی تشکیل کی ہوئی ریاستی سرحدوں کو ڈاکہ اور لوٹ مار کے نام پر مسخ کر دیا۔ مزاحمتی ملکوں کے سماجی ڈھانچے مسمار کر دیے گئے۔ جن ملکوں کے ساتھ یہ سب کچھ ہوا اُن کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل تھی۔ ظلمت بھری سیاہ رات طویل سے طویل تر ہوتی گئی۔

کائنات کی روح متحرک ہے، اس میں جمود کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ کسی سماجی ڈھانچے کو دوام نہیں۔ سماجی زندگی میں تبدیلیوں کا عمل جاری و ساری ہے۔ استعماری، سامراجی اور طاغوتی طاقتوں کے تسلط کا ٹوٹنا کائنات کی روح کا تقاضا ہے۔

11 و 12/ جولائی 2024ء کو روس کے شہر سینٹ پیٹرز برگ میں ''برکس پارلیمانی جہت؛ بین البارلیمانی تعاون کو مضبوط بنانے کے امکانات'' کے عنوان کے تحت بین الاقوامی فورم کا دو روزہ اہم اجلاس منعقد ہوا۔ ہندوستانی اور ایرانی وفود نے اس عنوان کے تحت اپنے اپنے مقالہ جات پیش کیے۔ (روزنامہ منصف حیدر آباد 11/ جولائی 2024ء) پارلیمانی فورم میں ہندوستانی وفد کی قیادت' لوک سبھا کے سپیکر اوم برلا نے کی۔ اوم برلا کا کہنا تھا: ''برکس ترقی پذیر ممالک کے مفادات کی نمائندگی کرتے ہوئے عالمی حکمرانی کو مزید جمہوری بنانے اور عالمی سطح پر اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل، ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن جیسی بین الاقوامی تنظیموں کی اصلاح کے لیے پُرعزم ہے''۔ برکس کا ایجنڈا ''جامع اور پائیدار ترقی'' کا حصول ہے۔ برلا نے کہا: ہمارا نظریہ ہے کہ ''پوری دنیا ایک خاندان'' ہے، جس کی عملی شکل مساوات، یک جہتی اور باہمی مفاہمت ہے۔ ایرانی اسپیکر محمد باقر قالیباف اور دیگر معزز اراکین کا کہنا تھا کہ: ''ہم یک طرفہ اور جبری اقدامات کے خلاف ہیں، جو اقوامِ متحدہ کے منشور کی بھی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ کیوں کہ اس سے معاشی ترقی، تجارت، انرجی، صحت اور فوڈ سیکیورٹی جیسے شعبوں میں ہونے والی ترقی پر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ ''برکس امریکا اور مغربی دنیا کے لیے ایک ڈراؤنا خواب بنتا جا رہا ہے''۔ (ارنا 13/ جولائی 2024) مختلف قسم کے تھنک ٹینکس میں کام کرنے والوں کا کہنا ہے کہ: ''برکس دنیا کے حالیہ سیاسی، اقتصادی اور مالیاتی ڈھانچے میں یکسر تبدیلی ہے''۔ (نیوز ویک میگزین 13/ جولائی 2024ء) روسی صدر وِلادی میر پیوٹن کا کہنا تھا کہ: ''برکس اپنا خود کا پارلیمنٹ قائم کر سکتا ہے، تاکہ یورپی یونین کا مقابلہ کیا جا سکے''۔ روسی صدر نے مزید کہا کہ: ''برکس اراکین کے قانون سازوں کی باقاعدہ ملاقاتیں ایک پارلیمنٹ قائم کرنے کے پروسیس میں مددگار ثابت ہوں گی۔ برکس کے پاس اپنا انسٹی ٹیوشنلائزڈ پارلیمنٹری ساخت کا نظام نہیں ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ خیال مستقبل میں حقیقت کا روپ دھار لے گا''۔ (...ISideWith، 13/ جولائی 2024ء)

انسانی زندگی کو آگے بڑھنا ہے، جس کے لیے نئی سماجی تشکیل کی اشد ضرورت ہے۔ یورپی یونین کی فسطائیت کے مقابلے میں جمہوری طاقتوں کی کامیابی ارتقائی عمل کا ناگزیر مرحلہ ہے۔ آگے چل کر دنیا نئے سماج کی تشکیل کی طرف بڑھے گی، جو انسانیت کی تشفی و تسکین کا فطری تقاضا ہے۔

www.rahimia.org

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

دنیا و آخرت کے حوالے سے

جامع ترقی کا نظریہ!

11 / اگست 2023ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ لاہور میں خطبہ جمعۃ المبارک ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

’’معزز دوستو! دین اسلام دنیا میں اس لیے آیا ہے کہ انسانیت اس کی اتباع کر کے دنیا میں بھی کامیابی اور ترقی کی معراج حاصل کرے اور آخرت کی بھی کامیابی حاصل کرے۔ مسلمان اور کافر میں بنیادی فرق یہ ہے کہ کافر صرف اس دنیا کی ترقی یا کامیابی کے تناظر میں اپنا نظامِ حیات بناتا ہے، لیکن ایک مسلمان دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی کامیابی کا طلب گار ہوتا ہے۔ یہ تصور بھی قطعی غلط ہے کہ آخرت کی کامیابی تو چاہیے، لیکن دنیا کی ترقی اور کامیابی نہیں چاہیے۔ یہ جو کچھ مذہبی طبقوں میں تصور پیدا ہو گیا کہ دنیا میں تو صرف ہم ذلیل ہونے کے لیے، یا قید خانے میں بند ہونے کے لیے آئے ہیں، ہمیں تو صرف آخرت ہی چاہیے۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت، کتبِ مقدسہ کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کی جماعت نے دنیا میں آزادی، عدل، امن اور معاشی خوش حالی کی اَساس پر دس سال مدینہ منورہ میں ریاستِ مدینہ تشکیل دی ہے، پھر بین الاقوامی حکومت قائم کی۔ گویا کہ انبیاؑ، صحابہؓ، اولیاء اللہؒ، علمائے ربانیین کا دنیا بھر میں ہمیشہ سے بین الاقوامی پروگرام یہ رہا ہے کہ وہ دنیا کی ترقی اور کامیابی کو بھی اپنا مطمحِ نظر بناتے ہیں اور اُس کے لیے بھی ہر ممکن جدوجہد، کوشش اور کاوش کرتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی کامیابی کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں، بلکہ دنیا میں کامیابی اور ترقی کو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بناتے ہیں۔

کتابِ مقدس قرآن حکیم کا یہ وہ بنیادی پیغام ہے جو ہر نبی کی تعلیمات کے تناظر میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے دیا ہے۔ صحفِ ابراہیم علیہ السلام میں، موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات میں، داؤد علیہ السلام پر نازل ہونے والی زبور میں، عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی انجیل میں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہونے والی کتابِ مقدس قرآن حکیم میں ان تمام انبیا علیہم السلام کو دیا ہے۔ انبیا علیہم السلام نے قوموں کو آزاد کرانے، انھیں امن و امان دینے، عدل و انصاف کا نظام بنانے، ان کو معاشی خوش حالی کے راستے پر ڈالنے کے لیے اپنے تئیں ہر ممکن جدوجہد اور کوشش کی ہے۔ جان قربان کی، مال قربان کیا، اپنی صلاحیتیں، اپنا عقل و شعور اور حکمتیں، اپنا فکر اور نظریہ اسی پر قربان کیا۔ قرآن حکیم اس کی پوری تاریخ بیان کرتا ہے۔ خاص طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو بنی اسرائیل کی آزادی اور حریت کے لیے کردار ادا کیا، قرآن حکیم نے مختلف پیرایہ ہائے بیان اور اَسالیب کے ذریعے سے اس قصے کو بار بار دُہرایا ہے۔ کیوں کہ یہ آزادی اور حریت کے لیے قربانی کی جدوجہد اور ظالموں کے خلاف کشمکش کا ایک ایسا نمونہ اور معیار ہے کہ جس کو سامنے رکھ کر دنیا کی بعد میں آنے والی نسلیں اپنی قومی آزادی کی جنگ لڑ سکتی ہیں‘‘۔

انسان دوست حکومتوں میں دو الٰہی صفات

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’نبی اکرم ﷺ کی جدوجہد کی بہت زیادہ مشابہت اور مناسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد کے ساتھ ہے۔ اس لیے قرآن حکیم خاص طور پر اُمتِ محمدیہ کے سامنے موسوی انقلابی جدوجہد کو بار بار بیان کرتا ہے۔ بنی اسرائیل کی آزادی کے لیے موسیٰ علیہ السلام کا جو طریقہ اور اُسلوب رہا ہے، قرآن حکیم نے اُسے مختلف انداز اور اُسلوب میں مختلف جگہوں پر بیان کیا ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کی وہ قدرت، طاقت اور قوت، جس کا تعلق حکومت کے معاملات سے ہے کہ وہ شہنشاہِ کائنات ہے، مالک الملک ہے، اور اس حکومت کے لیے دو چیزیں ہونا بڑا ضروری ہیں:

ذاتِ باری تعالیٰ کی خصوصیات سورت الشعرا میں اللہ نے بار بار بیان کی ہیں کہ اللہ پاک عزیز بھی ہے اور رحیم بھی ہے۔ ’’العزیز، الرّحیم‘‘ کا جملہ ہر نبی کے قصے کے بعد اس سورت میں دُہرایا ہے۔ ’’العزیز‘‘ کہتے ہیں ایسا طاقت ور، عزت اور قوت والا کہ اُس پر کوئی طاقت اور قوت غالب نہیں آ سکتی۔ وہ غالب ہے، طاقت ور ہے۔ حکومت کے لیے بھی یہ ضروری ہے۔ جو حکومت اپنی حکومتی رِٹ قائم نہ کر سکے، وہ حکومت کیا ہوئی؟ ہر حکومت کے لوازمات میں سے ہے کہ وہ اپنی رِٹ قائم کرے۔ یعنی جو حکم دے دے، جو آرڈر پاس کر دے، اُس پر عمل درآمد ہونا چاہیے بس اور یہ ’’عزیز‘‘ ہونے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے ایک اصطلاح سورت یوسف میں استعمال ہوئی یت: ’’عزیزِ مصر‘‘ (مصر کا حکمران)۔ یہ جو ’’معززین‘‘ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے، اس کا تعلق بھی حکمرانی سے ہے کہ سوسائٹی کے وہ افراد جو انسانیت کے فائدے کا کام کرتے ہیں اور سوسائٹی کی ترقی کے لیے حکومت کے ساتھ مل کر مجموعی کردار ادا کرتے ہیں، وہ افراد معزز شہری کہلاتے ہیں۔ اس لیے ’’معززینِ شہر‘‘ حکومت کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔

حکومت کا دوسرا وصف رحمت اور شفقت ہوتا ہے یعنی ’’الرّحیم‘‘، کہ حکومتی رِٹ کے نشے میں انسانوں پر اُس طاقت کا استعمال غلط نہ ہو، بلکہ رحمت اور شفقت پر مبنی ہو۔ ظالم کے خلاف بھی جو اقدام ہے، وہ ایسے ہی ہونا چاہیے جیسے ایک سرجن کینسر کو کاٹنے کے لیے، یا بیماری کو دور کرنے کے لیے، یا مجرموں کو سزا دینے کے لیے استعمال میں لاتا ہے۔ محض انتقام لینا ہرگز مقصد نہیں ہوتا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ پُرامن شہری بنے، انسانوں کے لیے رحیم بنے۔ سوسائٹی کے لیے اچھا کردار ادا کرے، حکمرانی محض انجوائے کرنے کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ حکومتی رِٹ شفقت، محبت اور انسانیت کو دنیا اور آخرت میں کامیاب بنانے کے لیے ہے۔ سورت الشعرا میں ہر نبی کا قصہ بیان کرنے کے بعد اللہ پاک نے کہا ہے کہ: ’’اللہ پاک عزیز الرحیم ہے‘‘۔ عزیز الرحیم حکومت کا بنیادی وصف ہے۔ اب اس کی بنیاد پر اس کائنات کا رب، رب العالمین ہے، جس کے یہ دو بڑے وصف ہیں، دو طرفہ طاقت اور قوت کا مالک ہے۔ اسی تناظر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کو بیان کیا گیا ہے‘‘۔

www.rahimia.org

حقیقی آزادی کی حقیقی تاریخ سے سبق سیکھو!

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’اس ”عزیز الرّحیم“ خدا کا تعارف کرا کر اللہ پاک نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو کہا: اے محمد! آپ کے ربّ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو پکارا تھا۔ آپ اُس واقعے کو یاد کریں اور ان لوگوں کو یاد کرائیں، ماضی کی تاریخ بتلائیں، آزادی اور حریت کی تاریخ بتلائیں اور انبیا علیہم السلام کی یہ ماضی کی تاریخ اس لیے بتلائیں کہ انھیں معلوم ہو کہ آزادی کا حقیقی شعور کیا ہوتا ہے۔ یہ مکے والے غلام ہیں یہاں کے عام انسان ابوجہل اور عرب کے قبائل غلام ہیں، قیصر و کسریٰ کے غلام ہیں، مشرق و مغرب کی حکومتیں ان پر غالب ہیں، وہاں کی عوام مظلوم ہیں۔ اب ان کو تاریخ یاد کراؤ، ماضی کا قصہ بتلاؤ، جب بھی کوئی قوم غلامی، پستی کی حالت میں ہوتی ہے تو قرآن کہتا ہے کہ ماضی کی تاریخ کے جو حریت پسند ہیں، آزادی کے لیے کردار ادا کرنے والے ہیں، اُن کی بات کو ذرا یاد کرو۔

آزادی کی حقیقی تعریف اور اس کا حقیقی معیار معلوم کرنے کے لیے اللہ پاک نے نبی اکرمؐ سے کہا: ’’جب تیرے ربّ نے موسیٰ کو پکارا تھا، اُس قصے کو یاد کرو‘‘ (الشعراء: 10)۔ اس اگست کے مہینے میں یہ قصہ یاد کرنا، قرآن کی اس تعلیم کے مطابق ہم پاکستانیوں پر بھی فرض ہے۔ آج رسول اللہ ﷺ اپنے جسمانی وجود کے ساتھ دنیا میں نہیں بھی ہیں تو اُن پر نازل ہونے والا یہ قرآن تو موجود ہے۔ ہم ابھی چودہ اگست کو آزادی کے نام پر ڈھول ڈھمکا بجائیں گے۔ جشن بھی منائیں گے۔ تقریریں بھی بڑی کریں گے۔ باقی فضول کام کرنے کے بجائے اگر قرآن ہی پڑھ لیں، وہ قصہ ہی یاد کرلیں کہ جس قصے کو قرآن حکیم کہتا ہے کہ یاد کیجیے آپ جب آپ کے ربّ نے موسیٰ کو پکار کر کیا کہا تھا کہ: جاؤ اس ظالم قوم کی طرف، مقابلہ کرو، ظالم سے ٹکراؤ۔ ظالم قوم سے مراد قومِ فرعون ہے۔

یعنی پہلے انبیا علیہم السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کے لیے ایک عالمی قانون بیان کردیا۔ اور وہ یہ کہ نبی اور اس کے وارثوں اور اُمتیوں کا کام یہ ہے کہ وہ ظالم قوم کا مقابلہ کریں۔ ہر دور کا ظالم الگ ہوگا۔ ہر دور کی ظالم قوم الگ ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ کو بھی تو مخاطب کیا جارہا ہے کہ آپ کو بھی ہم پکار رہے ہیں، یہ وحی آئی ہے کہ آپ بھی ظالم قوم کی طرف جائیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں قوم فرعون ظالم تھی، ایسے ہی آپؐ کے زمانے میں قومِ ابوجہل اور قیصر و کسریٰ ظالم اور متکبر ہیں، ان کو پکار کر بتاؤ ’’أَلا تتّقون؟‘‘ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ ظلم سے باز نہیں آتے؟ کفر و شرک سے نہیں رُکتے؟ عدل کا نظام کیوں نہیں قائم کرتے؟ لوگوں پر احسان کا نظام کیوں نہیں قائم کرتے؟ رشتے داروں کے حقوق ادا کرنے کا نظام کیوں نہیں بناتے؟ کیوں محسنین نہیں ہو؟ مقسطین میں سے کیوں نہیں ہو؟ خدا کی خدائی کا انکار کرکے اُس ”عزیز الرّحیم“ کی بات کا انکار کرکے، انسانیت پر جو ظلم ڈھارہے ہو، رحمت کے علی الرغم اور عزت کے علی الرغم جو تم نے انسانیت پر ظلم ڈھار کھے ہیں، ظلم و ستم کا نظام بنایا ہوا ہے، خدا کو اتنا بڑا چیلنج۔ اس سے باز آجاؤ‘‘۔

حقیقی آزادی کے معیارات کو سمجھنے کی ضرورت

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’قرآن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے رسول اللہ ﷺ سے کہا ہے کہ: اس قصے کو یاد کرو اور ہر وہ قوم یاد کرے، جو بنی اسرائیلی کی طرح غلام ہو اور اس پر ظالم قوم مسلط ہو۔ اور جو اپنے آپ کو نبی کا وارث کہے، نبی پر ایمان لائے، جو اُن انبیا کا اُمتی ہو، اس کا کام ہے کہ اپنی غلامی کے زمانے میں غلامی سے نکلنے کے لیے اس قصے کو اپنا معیار بنائے۔ یہ اگست کا مہینہ جس میں ہم لوگ آزادی کا دن منانے کی کوشش کرتے ہیں، تو ایسے موقع پر آزادی کی حقیقت تو معلوم کریں کہ آزادی کی حقیقت کیا ہے؟ فرعون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دوٹوک حکم، آرڈر، بس باقی باتیں بعد میں، پہلا مرحلہ کامل، مکمل آزادی ہے۔ کیوں کہ آزادی کے بغیر کوئی بھی قوم دنیا اور آخرت میں ترقی نہیں کرسکتی۔ غلام قوم کا جغرافیہ، اس کی سرزمین، اس میں بسنے والے جانور اور انسان، اس کی زمینوں میں چھپے ہوئے معدنی خزانے، اس کے وسائل، غلاموں کے آقا کی ملکیت ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی مرضی کے مطابق اُسے بناتا ہے۔ جتنی اس کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے مطابق اسی قوم سے اپنے منیجر بناتا ہے، اسی کے مطابق اتنی ہی لُولی لنگڑی جمہوریت قائم کرتا ہے، اسی کے مطابق سیکیورٹی ادارے بناتا ہے۔ اسی کے مطابق اس سوسائٹی کے جغرافیے کی بندر بانٹ کرتا ہے۔ اس کے جغرافیائی جتنے بھی مواقع ہوتے ہیں، وہاں سے اپنی مرضی کے مطابق معدنیات، تیل، گیس، وسائل نکالتا ہے۔ تین سو سال سے مسلمان، بلکہ دنیا بھر کے انسان غلام اور مظلوم ہیں۔ دنیا میں ایسٹ انڈیا کمپنی اور اس کی بیٹیوں، پوتیوں، نواسیوں، کمپنیوں کا وہ عالمی ظالمانہ فرعونی نظام انسانیت پر مسلط ہے، جس نے قوموں کو یرغمال بنالیا، ان کی آزادی سلب کی ہے۔

آج آزادی کے نام پر بھی جو ’’آزادی‘‘ دی جاتی ہے، وہ بھی حقیقت میں ایک نئی غلامی ہوتی ہے۔ ہمیں سوچنا ہے کہ ہم حقیقی طور پر آزاد ہیں یا حقیقی طور پر غلام ہیں؟ یہاں مقنّنہ آزاد نہیں ہے، بڑے بڑے بیرسٹر سینٹ میں اور اسمبلی میں رو رہے ہوتے ہیں کہ اسمبلی میں پیش کردہ بلز ہمیں پڑھائے نہیں گئے اور ایک دو دن میں ترپن بلز پاس کردیے۔ کیا یہ آزادی ہے؟ جہاں جج بندھا ہوا، جہاں پارلیمنٹ بندھی ہوئی، جہاں صدر وزیراعظم بندھا ہوا، جہاں ادارے بندھے ہوئے تو کیا یہ آزادی ہے؟ آج سوچنا ہے کہ قرآن کی تعلیم حریت اور آزادی کے دن کو منانے کے لیے جو کڑے معیار مقرر کر رہی ہے، کیا ہم اس پر پورے اُتر رہے ہیں؟ یا اسلام فروشی کا کردار ادا کر رہے ہیں؟ نام اسلامی رکھ دیا، نام جمہوری رکھ دیا، نام آزادی اور جمہوری کا رکھ دیا، لیکن غلامی، غیر جمہوری، غیر اسلامی، غیر دینی تقاضوں کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کردیا گیا ہے۔ اور مجبور کے ایمان، کلمے اور آزادی کا کوئی اعتبار نہیں ہوا کرتا۔ سوچنے اور غور و فکر کا موقع ہے۔ حقائق کا شعوری طور پر ادراک کرنا یہ دین کی بڑی بنیادی ذمہ داری ہے، جو ہر ایک مسلمان پر عائد ہوتی ہے‘‘۔

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

حضرت مولانا غلام رسول بفوی ہزارویؒ

برعظیم پاک وہند کے دیگر علاقوں کی طرح پاکستان میں موجود ہزارہ کے علاقے میں بھی تاریخ میں ایسے حریت پسند اکابرین رہے ہیں، جنھوں نے ماضی میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ حضرت مولانا غلام رسول بفوی ہزارویؒ کا شمار وادیٔ ہزارہ کی ان نام ور شخصیات میں کیا جاتا ہے، جنھوں نے براہِ راست حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے فیض حاصل کیا اور ان کی قیادت میں تحریکاتِ آزادی میں نمایاں کردار بھی ادا کیا۔ آپؒ کی پیدائش 1854ء میں علاقے کی معروف شخصیت عبدالرزاق خاں کے ہاں بفہ (ضلع ہزارہ) میں ہوئی۔ موصوفؒ کے والدِ گرامی اُوگی (ہزارہ) میں قاضی کے عہدے پر فائز تھے۔ علاقہ بھر کے لوگ آپؒ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

گھر کا ماحول علمی اور سماجی ہونے کی وجہ سے آپؒ کی تربیت پر آپؒ کے والدِ گرامی نے خاص توجہ دی۔ مولانا غلام رسولؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی علاقے میں حاصل کی اور پھر مزید تعلیم کے حصول کی غرض سے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ پیدائشی طور پر بہت زیادہ ذہین تھے۔ دیگر علوم کے ساتھ ساتھ خاص طور پر ریاضی میں بھی دسترس حاصل تھی۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے تعلیم حاصل کی اور 1886ء میں سندِ فراغت حاصل کی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بھی اجازتِ حدیث کا شرف حاصل کیا۔ 1890ء میں ان کا تقرر بہ طور استاذ کے دارالعلوم دیوبند میں کیا گیا۔ ان کی ذہانت اور تعلیمی و تدریسی قابلیت کی بنیاد پر کئی مدارس اور اداروں سے ان کو مدرّس کی حیثیت سے گراں قدر مشاہروں کی پیش کش ہوئیں، لیکن انھیں اپنی مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند سے بے حد لگاؤ تھا، جس کی وجہ سے پوری زندگی اس ادارے کے نام وقف کردی۔ اس ذمہ داری کو انھوں نے اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ نبھایا۔ اپنے وصال تک اس ذمہ داری پر تعینات رہے اور تقریباً 30 سال تک علم کے ہزاروں متوالوں کے ذہنوں کی آبیاری کی اور ان میں دینی علوم کی شمع جلاتے رہے۔

آپؒ کے شاگردوں میں اکثریت ان حضرات اکابرین کی ہے، جنھوں نے مستقبل میں ہندوستان کی تحریکاتِ آزادی میں بہت اہم کردار ادا کیا، ان میں مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، میاں اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اعزاز علی امروہویؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا عبدالرحیم پوپلزئیؒ، مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ جیسے نامور اکابرین شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کے بنیادی مقاصد کے پیشِ نظر اور حضرت شیخ الہندؒ کے شاگردِ رشید ہونے کی وجہ سے بھی موصوفؒ نے یہ ضروری خیال کیا کہ دارالعلوم دیوبند ہی میں حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ رہ کر ہی درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تحریکی و سیاسی سرگرمیوں میں بھی کردار ادا کیا جائے۔ یہ دور ہندوستان کی سیاسی زندگی کا وہ دور ہے، جس سے ہر خاص و عام متأثر ہوا۔ حریت پسندوں نے اجتماعی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریکِ عدمِ تعاون، تحریکِ خلافت اور تحریکِ ریشمی رومال ولی اللّٰہی فکر و عمل کی نمائندہ تحریکات ہیں۔ تحریکِ ریشمی رومال کے سلسلہ میں ان کا ارادہ حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ حجاز جانے کا تھا، لیکن ہندوستان کے اور خاص طور پر دیوبند میں تدریسی سرگرمیوں کے باعث حضرت شیخ الہندؒ نے انھیں ہندوستان ہی میں قیام کا فرمایا۔

مولانا غلام رسول بفویؒ نے اپنے عزیز از جاں استاد حضرت شیخ الہندؒ سے مل کر بھرپور کردار ادا کیا۔ خاص طور پر تحریکِ ریشمی رومال کے حوالے سے جن حریت پسندوں کے نام لیے جاتے ہیں، ان میں ''تحریکِ ریشمی رومال ڈائریکٹری'' کے 88ویں نمبر پر موصوف کا تذکرہ ''غلام رسول مولوی'' کے نام سے ملتا ہے۔ اس میں تحریر ہے:

''مدرسہ دیوبند میں معلم ہے۔ خیال ہے کہ مولانا محمود حسن کی سازش (تحریکِ ریشمی رومال) کا رکن ہے۔ وہ مولانا کے ساتھ عرب (حجازِ مقدس) جانے کے لیے بالکل تیار تھا، لیکن آخرالذکر (حضرت شیخ الہندؒ) نے اسے ہندوستان ٹھہرنے پر مجبور کیا''۔

(تحریکِ ریشمی رومال از سیّد محمد میاںؒ، ص:355)

۱۷ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ / 24 اکتوبر 1918ء کو دیوبند میں ان کا انتقال ہوا اور قبرستانِ قاسمی دیوبند میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے نزدیک ہی ان کی تدفین کی گئی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے موصوف کی تاریخِ وصال ''غروب آہ نجم الہدیٰ'' سے نکالی ہے۔

جن دنوں مولاناؒ کا وصال ہوا، ان دنوں حضرت شیخ الہندؒ مالٹا میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے۔ جب حضرت شیخ الہندؒ کو آپؒ کے وصال کی خبر ملی تو بہت ہی زیادہ صدمہ ہوا۔ ان کی خدمات کو یاد کرکے حضرت شیخ الہندؒ نے ایک مرثیہ بھی تحریر کیا جو کہ ''کلیاتِ شیخ الہندؒ'' میں موجود ہے۔ جس کا عنوان حضرت شیخ الہندؒ نے ''کُلُّ مَن علیھا فان'' (القرآن، سورہ الرحمٰن، آیت 26) رکھا ہے۔

غلامِ رسول اوستاذِ افاضل
کہ چشمِ جہاں مثلِ اُو دیدہ کم تر

حضرت شیخ الہندؒ موصوفؒ کی بے حد قدر کیا کرتے تھے اور دینی علوم پر ان کی دسترس کے معترف تھے۔ ایک شعر میں اس طرح سے یاد فرماتے ہیں۔

علوم و فنون و معارف کے مُحمَل
نجابت کے مورد ، شہامت کے مَصدر
محیطِ علومِ شریعت کے مرکز
فنونِ ریاضی و عقلی کے محور

اے اللہ! ہمیں ان حریت پسند اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما اور ولی اللّٰہی علوم و فنون سیکھ کر حریت و آزادی سے ہم کنار فرما۔ (آمین!)

www.rahimia.org

 رپورٹ: انیس احمد سجاد ایڈووکیٹ، لاہور

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں
17 روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم کی روئیداد

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے مالٹا کی جیل کی تنہائیوں میں اُمت کے زوال کے اسباب پر بہت گہرائی سے غور وفکر کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اس وقت اُمت کے زوال کے دو بنیادی اسباب ہیں: (1) فرقہ واریت (2) اور قرآن سے دوری''۔ ولی اللّٰہی جماعت کی بنیادی خصوصیات میں سے جہاں ایک طرف آزادی کی جدوجہد نمایاں ہے تو دوسری طرف قرآن فہمی کی کاوشیں اس سے بھی نمایاں کارنامہ ہے۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے لے کر امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ تک اور قطب العالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے لے کر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ تک قرآن فہمی کی اس روشن جدوجہد کے نقوش تاریخ کے صفحات پر ثبت ہیں۔ دورۂ تفسیر قرآن کا انعقاد اسی سلسلے کی خصوصیت رہی ہے۔

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں 12/ تا 28/ جولائی 2024ء کو ہونے والا دورۂ تفسیر قرآن حکیم حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی یادگار ہے، جس نے الحمدللہ اس وقت پاکستان میں تسلسل کے ساتھ 40 سال مکمل کر لیے ہیں۔ اس سال دورۂ تفسیر کا انعقاد سردیوں کی چھٹیوں کے بجائے گرمیوں کی چھٹیوں میں کیا گیا۔ شدید گرمی اور حبس کے باوجود ملک بھر سے ڈیڑھ ہزار سے زائد نوجوانوں اور سنجیدہ پڑھے لکھے احباب نے اس دورے میں شرکت کی۔ دورۂ تفسیر میں اس سال ''سورت فاتحہ'' سے لے کر ''سورت کہف'' تک کی تفسیر شامل تھی۔ نمازِ فجر سے سرگرمی کا آغاز ہوتا تھا۔ نمازِ فجر کے فوراً بعد خانقاہ کی قدیمی روایت چائے اور رَس کے ہلکے پھلکے ناشتے کے بعد خانقاہِ عالیہ رحیمیہ سعیدیہ رائے پور شریف کے مسند نشین حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے اجل خلفا کے ساتھ استفادہ نشست ہوتی تھی۔ اس کے فوراً بعد 11 بجے تک قرآن حکیم کی تفسیر پر علمائے کرام روشنی ڈالتے تھے۔ 11 بجے کھانا کھا کر شرکا آرام فرماتے تھے۔

نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی شہرۂ آفاق، بے نظیر اور منفرد کتاب ''إزالة الخفاء عن خلافة الخُلَفاء'' پر درس ارشاد فرماتے تھے۔ اس دفعہ اس کی چھٹی فصل پر خطبات کا بیان تھا، اس فصل میں حضرت شاہ صاحبؒ نے قرآن حکیم کی ان آیات کی خلفائے راشدینؓ سے مروی تفسیر بیان کی ہے، جن سے خلافتِ راشدہ کی حقانیت اور اس دور میں اختیار کردہ سیاسی اور معاشی اُصول ومعارِف بیان کیے گئے ہیں۔ اس طرح ''سورت البقرہ'' سے لے کر ''سورت الحجر'' تک کی تفسیری آیات پر خطبات دیے گئے۔

نمازِ عصر کی چائے کے بعد دوبارہ حضرت مفتی آزاد رائے پوری مدظلہٗ، حضرت ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن، حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر مدظلہم وغیرہم سے احباب مستفید ہوتے تھے۔

نمازِ مغرب کے بعد مجلس ذکر اور اس کے فوراً بعد ذکر اللہ کے فوائد وثمرات کے موضوعات پر حضرات کے بیانات ہوتے تھے۔ نمازِ عشا کے بعد کھانا اور پھر اَحباب آرام کے لیے لیٹ جاتے تھے۔

مؤرخہ 28/ جولائی بروز اتوار کو صبح 8 بجے اس دورۂ تفسیر قرآن حکیم کی تکمیلی نشست اور تقریب کا اہتمام کیا گیا، جس میں حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی مدظلہٗ، حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ اور حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے خطابات فرمائے۔ بعد ازاں دورۂ تفسیر کے امتحان میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبا اور شرکت کرنے والے طلبا میں انعامات اور اسناد تقسیم کی گئیں۔

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن مدظلہٗ نے اس تکمیلی تقریب میں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''قرآن مجید ہمیں مستقبل میں کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے کہ آخرت تک کیسے پہنچنا ہے؟ ایک قومی اجتماعیت پیدا کرنی ہے۔ پھر عالمی انسانی اجتماعیت پیدا کرنی ہے۔ یعنی ایک مرحلے سے دوسرے پھر تیسرے مرحلے کی طرف بڑھتے چلے جانا ہے۔ دنیا میں ایمان والی جماعت کا کردار آگے بڑھنے کا ہے۔ رجعت اور پسپائی نہیں۔ ہتھیار نہیں ڈالنے۔ دفاع کی بہترین حکمت عملی یہ ہے کی آگے بڑھا جائے۔ پستی، بزدلی نہیں۔ مایوسی میں قیامت کا انتظار کرنے والے مسلم معاشرے کو دوبارہ کھڑا کرنا ہے۔ ورنہ یہ قرآنی دعوت کے ساتھ بڑا ظلم ہے۔ قرآن حکیم سوسائٹی کی ہر پستی اور اِنحطاط کو ختم کرنے اور عذاب سے نکالنے والی کتاب ہے۔ یہ پیغامِ رحمت ہے۔ قرآن مجید کی اساس پر سوسائٹی کو ایک بہترین حکمتِ عملی کے ذریعے آگے کی طرف لے کر چلیں۔ اعلیٰ درجے کا نظریہ اور ترقی کی طرف رہنمائی دینے والی کتاب پر ایک مسرت، ایک خوشی، آگے بڑھنے کا جذبہ اور سوسائٹی کی ترقی کے لیے جدوجہد ایک ایمان والی جماعت کا فرض ہے''۔

حضرت اقدس مولانا آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے اپنے خطاب میں ارشاد فرمایا: ''امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورتیں اور رکوع دراصل انسانیت کے نام اللہ تعالیٰ کے محبت نامے ہیں۔ عام طور پر مجالس اور حلقے بنا کر بزرگوں کے ملفوظات پڑھے جاتے ہیں، لیکن شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہ محبت نامے (قرآن حکیم کی سورتیں) اگر حلقہ بنا کر پڑھے جائیں اور دل کے کانوں سے سنے جائیں تو اللہ کی محبت اور رضا حاصل ہوتی ہے۔ بالخصوص قرآن کریم کو روزانہ پورے عشق اور محبت کے ساتھ تلاوت کرنا شخصیت کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ دوسرا کام قرآن کریم کے پیغام کو سمجھنا، اس کے احکام پر عمل کرنا اور مناہی سے رُکنا ہے''۔

آخر میں حضرت اقدس آزاد مدظلہٗ کی دعا کے ساتھ تقریب تکمیل پذیر ہوئی۔ اس مبارک تقریب کے دوران تیز موسلا دھار بارش بھی فیوضاتِ قرآنی کی طرح لاہور سمیت ملک بھر میں برسی اور احباب نے ہر دو کے فیوضات کو خوب سمیٹا۔

www.rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore CPL No. 59

نعتیہ کلام

شاعر: وسیم اعجاز۔ کراچی

مدحِ رسولِ اکرم وسرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

مُھْمَلَه (غیر منقوط)

ممدوح سرورِ دوسَرا صلِ علیٰ ، صلِ علیٰ
مدحِ رسولؐ کا آسرا صلِ علیٰ ، صلِ علیٰ

مدحِ محمدؐ اس طرح لکھوں کہ دل معمور ہو
کہ کلام ہے مِرا 'مُہملہ' ، صلِ علیٰ ، صلِ علیٰ

وہی سرورِ والا گہر سرِ لوح و کرسی رسا ہوئے
وہی مِرے حاصلِ لا الٰہ ، صلِ علیٰ ، صلِ علیٰ

مِرے کام آئے گا دردِ دل ، معمور اس کی مدح سے ہے
دل کو سکوں مل جائے گا ، صلِ علیٰ ، صلِ علیٰ

وہی حاملِ رحم و کرم ، اسلام کے معمار وہ
اس کا کرم اس کی عطا ، صلِ علیٰ ، صلِ علیٰ

کامل مکمل و احمد و حامد و محمود و اِمام
ماہِ اُحد ، مہرِ حِرا ، صلِ علیٰ ، صلِ علیٰ

طاہر و مطہر و معطر ، اسمِ اطہرِ گُل وہی
مداح سارے ملائکہ ، صلِ علیٰ ، صلِ علیٰ

ہاد و مُہد، مہدی سے ہی ہم کو ملی راہِ ہدیٰ
درگاہِ مولا کا ہوں گدا ، صلِ علیٰ ، صلِ علیٰ

گر مل گئی راہِ عدم رہے وردِ دل مِرا آسرا
کہ اسمِ احمد ہو صدا ، صلِ علیٰ ، صلِ علیٰ

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال ایک شخص اپنی والدہ کو عمرہ میں ویل چیئر پر طواف اور صفا مروہ کی سعی کرا رہا ہے۔ کیا اپنا طواف وسعی علاحدہ کرنا پڑے گا؟ یا والدہ کے ساتھ ادا ہو جائے گا؟ محمد شفیق، قصور

جواب والدہ کے ساتھ عمرہ کی نیت سے اس کا طواف وسعی کا عمل ادا ہو جائے گا۔

سوال میری پوسٹنگ اپنے شہر سے تقریباً 180 کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ مہینے میں کبھی 20 دن تو کبھی 10 دن ڈیوٹی کے لیے جانا پڑتا ہے۔ اگر میں 15 دن سے کم نیت کر کے ڈیوٹی پر جا رہا ہوں تو اس صورت میں مجھے قصر کی نمازیں ادا کرنی ہوں گی یا حضر کی؟

ڈاکٹر آصف الرحمٰن، وانا، وزیرستان

جواب فقہائے کرام نے وطن کی دو اقسام لکھی ہیں: ''وطنِ اصلی'' اور ''وطنِ اقامت''۔ ''وطنِ اقامت'' کی یہ تعریف کی ہے کہ انسان کسی ایسی جگہ جو رہائش گاہ کی صلاحیت رکھتی ہو پندرہ دن یا اس سے زیادہ اقامت کا ارادہ کرے، جب کہ ''وطنِ اصلی'' وہ ہے جہاں مستقل رہائش پذیر ہو۔ لیکن جو شخص کہیں ملازمت یا تعلیم کے ارادے سے کسی جگہ جائے اور وہاں کرائے پر کمرہ لے یا کمپنی اور ادارے میں جگہ حاصل کر کے ضروری سامان کے ساتھ ایک دفعہ بھی اس کو وطنِ اقامت بنا کر ٹھہر جائے تو اب یہ قائم مقام وطنِ اصلی ہو جائے گا۔ پھر اگر کم دنوں کی اقامت کی نیت بھی کی ہو تو وہ اپنی نمازیں مقیم کی طرح پڑھے گا، یہاں تک کہ ملازمت ختم ہو جائے، یا تعلیم مکمل ہو جائے۔

(بقیہ: 77واں یومِ ''آزادی'' اور حکمران طبقات)

جب قوم کسی سنگین صورتِ حال میں پھنستی ہے، جیسے آج معاشی ابتری نے قوم کو ایک خاص حالت تک پہنچا دیا ہے، تو یہی جماعتیں قوم کے غم میں ملک کے چوکوں چوراہوں میں مجمعے لگا کر قوم کے غم و غصے کی ہوا نکال کر واپس اپنے عافیت کدوں میں چلی جاتی ہیں۔ آج بجلی بلوں پر جو جماعتیں عوامی حمایت لینے باہر نکلی ہیں، وہ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ آئی پی پیز کے مقامی اور عالمی مافیا نے جو جال بُنا ہے، یہ جماعتیں ان کے سامنے بے بس ہیں؟ یا ان کے مفادات ان سے وابستہ ہیں؟ یہ بھی اپنے پُرفریب نعروں کے ساتھ ویسے ہی اپنے عافیت کدوں کی طرف لوٹ جائیں گی جیسے الیکشن سے قبل 300 فری یونٹ کا لولی پاپ دینے والے لوٹ چکے ہیں۔ ملک کے نظام سے مفادات سمیٹنے والے طبقات اور ان کے سہولت کاروں اور ان کے ہمدردوں کے بارے میں حقیقی اور منظّم عوامی بیداری کے بغیر موجودہ نظام؛ انتخابی، عدالتی، پارلیمانی، میدانی اور ڈرائنگ رومی سیاست کی قسطیں جاری کر کے عوام الناس کی آنکھوں میں دُھول جھونک کر ان کی جمع پونجی پر ہاتھ صاف کرتا رہے گا۔ (مدیر)

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع وناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔